ڈاکٹر طاہر عباس طیب

استاد،شعبہ اردو،جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

ڈاکٹر شگفتہ فردوس

استاد،شعبہ اردو،جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

مرزا اطہر بیگ کا ناول "صفر سے ایک تک" میں سائنسی شعور

Dr. Tahir Abbas Tayib

Assistant Professor, Department of Urdu, GC Women University, Sialkot.

Dr. Shagufta Firdous

Assistant Professor, Department of Urdu, GC Women University, Sialkot.

Scientific Awareness in Mirza Athar Baig's Novel "Sifar Se Aik Tak"

Mirza Athar Baig is a Pakistani novelist, short story and play writer. He served the Department of Philosophy, Government College University, Lahore. His fictions are considered to be the central works of literature in Urdu language. Sifar Say Aik Tak novel has been quite popular in Pakistan and critically acclaimed. This is a fine product of post-modern literature. He has admirably turned computer's wonders into an effective fiction. This is the story of clerk of cyberspace named Zaki, whose father and forefathers have been in the servile service of Salars – the traditional feudals. Faizan, lecturer of history, belongs to Salar's family. Zaki helps him in uploading relevant materials. It is a non-traditional novel based on a study of a deeper power structures of Pakistani society in 20th century.

Keywords: *Urdu Novel, cyberspace, modern consciousness, scientific aspects & Social Awareness, Social Issues, structures of Pakistani society in 20th century.*

انسانی زندگی میں سائنسی ایجادات کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ سائنسی علم تجربات کی روشنی سے حاصل کیا جاتا ہے۔ یہی تجربات انسان میں تشنگی پیدا کرتے ہوئے اسے کائنات کی کھوج لگانے کی طرف راغب کرتے

ہیں۔ جہاں سائنس نے زندگی کے تمام شعبوں کو متاثر کیا ہے۔ وہاں اردو ادب بھی اس سے اپنا دامن نہ بچا سکا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> "ادب کو تخلیق کا ماحصل مان کر اتنا تو بحر حال ماننا پڑے گا کہ ادب اپنی کلیت و ماہیت میں علم و فکر یا فلسفہ منطق کا اسیر و حلیف نہیں بلکہ ایک حد تک ان کا نقیض و حریف ہے علم کی صورت یہ ہے کہ وہ فرد کے ذاتی میلانات یا جذبات کو مَس کرتے ہوئے گزرے تو نا معتبر ٹھہرے گا۔"(۱)

سائنس اور ادب کے باہمی اشتراک نے انسانی زندگی کو فکری آسودگی عطا کی۔ ادب نے بھی سماجی تغیرات کو اپنی فکری رجحانات کے ذریعے، جدت سے ہم آہنگ کیا ہے۔ سائنسی اور ادبی تخلیقات دراصل ایک دوسرے کی مخفی صلاحیتوں کو فکری اور شعوری سطح سے قریب تر کرنے اور نئے نظریات کو ادبی شہ پاروں کو وجود میں لانے کا باعث بنتی ہیں۔

> "تجربہ، جذبات اور رجحانات سے بنتا ہے۔ جذبات ہی وہ محرک ہیں جو جسمانی تبدیلیوں میں بازگشت کے ساتھ ردِ عمل کے طور پر پیدا ہوتے ہیں جبکہ رجحانات و محرکات ہیں جو ایک قسم یا دوسرے قسم کے طرزِ عمل کے جواب یا ردِ عمل کی مدد سے پیدا ہوتے ہیں۔"(۲)

ادب اور سائنس کا آپس میں ایسا سنگم ہیں کہ جس نے زندگی کی تمام تر مشکلات کو اپنے فکر اور فہم وادارک سے حل کرنے کی کوشش کی۔ یوں سائنسی ادب سے دور حاضر کے سماجی تقاضوں کی نشان دہی کی جاسکتی ہے۔ اس لیے سائنسی معلومات نے ادیبوں کے ذہنوں میں نئے زوایہ نگاہ پیدا کر دیا ہے۔ ادب کا دائرہ کار بہت وسیع ہے اور اس میں نئے تجربات کی گنجائش ہمیشہ رہے گی۔

مرزا اطہر بیگ ہمہ جہت شخصیت، انہوں نے فلسفے کی تدریس کے ساتھ ساتھ ناول، افسانے اور ڈرامے بھی لکھے۔ انہوں نے تین ناولز غلام باغ، صفر سے ایک تک اور حسن کی صورتحال تخلیق کیے ہیں۔ اس کے علاوہ ٹیلی ویژن پر کئی ڈرامے نشر ہوئے جن میں حصار، دلدل، دوسرا آسمان، نشیب، یہ آزاد لوگ، پاتال اور خواب تماشہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کی تخلیقات مختلف ادبی رسائل اوراق، ماہِ نور اور سویرا وغیرہ میں شائع ہوتیں رہیں۔ اردو ناول میں سائنسی شعور کی واضح مثال ہمیں مرزا اطہر بیگ کے ناول "صفر سے ایک تک" میں ملتی ہے۔ یہ ناول ۲۰۰۹ء میں سانجھ پبلیکیشنز لاہور سے شائع ہوا اور ۳۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا عنوان ہی کمپیوٹر کی زبان سے اخذ کیا گیا ہے۔ جو کمپیوٹر کا بائنری نمبر سسٹم ہے۔ بائنری نمبر سسٹم سے مراد ثنائی اعداد کا نظام ہے۔ اس اساسی نظام یعنی نمبر سسٹم میں

کل دو ہندسے شامل ہیں۔ یعنی صفر اور ایک۔ بائنری کا مطلب دو، جو صفر اور ایک پر مشتمل ہوتا ہے۔ کمپیوٹر کو جو بھی ہدایات دی جاتی ہیں۔ وہ اسے بائنری کوڈ میں تبدیل کرتا ہے اور پھر ان پر عمل درآمد کرتا ہے۔ یعنی کمپیوٹر کا سارا کھیل صفر سے ایک تک کا ہے۔

ناول میں ارتقائی نقطہ نظر کا سہارا لیتے ہوئے سماجی حالات وواقعات کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مرزا اطہر بیگ کا ناول "صفر سے ایک" سائبر سپیس کے منشی کی داستان ہے۔ سائبر سپیس کا لفظ ولیم گِبسن نے ۱۹۸۴ء میں اپنے ناول میں استعمال کیا۔ سائبر وسیع پیمانے پر ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کا نام ہے۔ جس میں انسان مکڑیوں کے جال میں جکڑا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ اصطلاح سائنسی فکشن سے لی گئی ہے۔ عارف وقار لکھتے ہیں:

> "جدید ٹیکنالوجی کا ایک واہمہ جس میں دنیا بھر کے وہ لوگ مبتلا ہیں جو دفتروں، بینکوں اور دکانوں میں بیٹھے حساب کتاب کر رہے ہیں، وہ استاد جو بچوں کو حسابی کلیے سکھا رہے ہیں۔ یہ خطوط ہندسوں کا ایسا ملغوبہ ہے جس کے پسِ منظر میں اطلاعات و معلومات کا وسیع سمندر ٹھاٹیں مار رہا ہے۔"(۳)

جدید دور میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی رسائی عام ہے اور ہم اسے سائبر سپیس کا دور بھی کہہ سکتے ہیں۔ ناول کا مرکزی کردار ذکی خود کو سائبر منشی کہتا ہے۔ وہ انٹرنیٹ کے برقی دروازے سے گزرتے سائبر سپیس کے ذریعے سے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک سفر کرتا ہے۔ ناول میں ذکی اپنی سرگزشت سناتے ہوئے کہتا ہے۔

> "کمپیوٹنگ، پروگرامنگ اور اسی طرح کے دوسرے دھندے جن کا ذکر آگے بار بار بیچ بیچ میں آتا رہے گا مجھے دو اور دو چار بلکہ اب تو کہنا چاہیے کہ وَن زیرہ اور زیرو وَن زیرو زیرو کی جکڑ بند میں واپس کھینچ لاتے ہیں لیکن بات اصل میں اس سے بھی آگے کی یا پیچھے کی ہے کہ اصل جکڑ بندی تو تمام دنیا میں اسی زیرو وَن کی ہے۔ سارا کھیل ہی صفر سے وَن تک کا ہے۔"(۴)

سائبر سپیس محض دنیا میں پھیلے ہوئے کمپیوٹر کے رابطے کا نام نہیں بلکہ یہ دنیا بھر کے افراد کے باہمی رابطوں کا نام ہے۔ اس بارے میں ناول کا مرکزی کردار "ذکی" یوں کہتا ہے۔

> " دنیا بھر کے کروڑوں کمپیوٹروں کے ادغام سے جنم لینے والا لامکاں ہے۔ اور جس میں سفر کا آغاز کرنے کے لیے آپ انٹرنیٹ کے برقاتی دروازے پر اپنے ماؤس کی کلک سے دستک دیتے ہیں اور پھر digital pulse کی گاڑی پر سوار ہو کر منزلیں طے کرتے

جاتے ہیں۔۔۔اگرچہ انجانی منزلیں اور نامعلوم مسافتیں مسلسل بے راہ روی کی ترغیب دیتی تھیں" (۵)

ناول" صفر سے ایک تک" میں بیسویں صدی کی آخری تین دہائیوں اور اکیسویں صدی کی پہلی دہائی کے حالات و واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ مصنف نے جدید ٹیکنالوجی کے زندگی پر ہونے والے اثرات کو کہانی کی صورت میں پیش کیا۔ اس ناول میں جدید اور قدیم کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ مصنف نے یہ ناول مابعد جدید کی تکنیک پر لکھا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ ناول روایت سے انحراف ہے۔ مرزا اطہر بیگ کہتے ہیں۔

"میں یہ عزم لے کر نہیں لکھتا کہ مجھے کلیے توڑنے ہیں۔ جو بھی موضوع میرے سامنے آتا ہے، وہ خود اپنی ساخت اور ہیئت کا انتخاب کرتا ہے۔۔۔اگر ناول میں تجربات نہیں ہیں، تو یہ پاپولر ناول تو ہو سکتا ہے، مگر ادبی ناول نہیں ہو گا۔ ادبی ناول میں کسی نہ کسی سطح پر تجربہ ضرور ہوتا ہے۔ یہ حیرت انگیز صنفِ ادب ہے۔ یہاں امکانات لامحدود ہیں۔ اِس میں کمال ہے کہ تغیر کو گرفت میں لانے کے لیے خود تغیر سے گزرنا پڑتا ہے۔" (۶)

ناول صفر سے ایک تک کا مرکزی کردار ذکا اللہ ہے جسے پیار سے ذکی اور دھتکار سے ذکو کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ کہانی کا مرکزی کردار ذکی اپنے گاؤں (موضع) کوتل سالاراں میں رہتا ہے۔ ذکی کا والد منشی عطا اللہ کوتل سالاراں کے جاگیر دار حیات محمد سالار کی منشی گیری کرتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد کا پیشہ منشی گیری جسے وہ کئی نسلوں سے ایمانداری سے چلاتے آرہے تھے۔ منشی گیری کا تمام ریکارڈ عطا اللہ کے کمرے میں میلے کچیلے کپڑوں میں بندھے رجسٹروں، کھاتوں اور کاغذوں کے ان گنت بنڈلوں کی شکل میں موجود ہوتا ہے۔ جس کی حفاظت منشی عطا اللہ کے ذمہ تھی۔ اس حوالے سے اقتباس ملاحظہ دیکھیں۔

"ابا جی ان بستوں میں؟ وہ مسکرائے دفع کر کیا کرے گا پوچھ کر۔ میرے بعد تو یہ کھاتا ویسے ہی بند ہو جائے گا ویسے ان میں بہت کچھ ہے اگر کوئی دیکھنے والی آنکھ ہو تو۔ زیادہ تر تو ان کی آمدن خرچ کے حساب کتاب ہیں۔ زمینوں۔ فصلوں۔ باغوں کے۔ مالیے۔ ٹھیکے۔ لیکن پھر ملکیتیں۔ زمینیں کوئی آسمان سے لے کر تو نہیں آتا یہ کہیں نہ کہیں سے آتی ہیں۔ کہاں سے آتی ہیں میری دلچسپی میں یک لخت اضافہ ہو گیا، دفع کر۔ گند ہی گند ہے۔ سیدھا سیدھا تو کوئی نہیں بتاتا ناں کدھر سے آئی ہیں۔ لیکن ادھر مچلکے ہیں۔ اقرار نامے ہیں عہد نامے ہیں۔ انگریز کے زمانے کے کاغذ عجیب عجیب حکم نامے۔ مقدموں کے فیصلے۔ اور پھر ہمارے بعض منشی بزرگوں کے۔ کیا کہیں گے۔۔۔روزنامچے۔ یاداشتیں۔

رقعے۔ چٹیں۔ چیک بکوں کی کاونٹر فائیلیں۔ اور سب سے بڑھ کر۔۔۔ انگوٹھے!! انگوٹھے
میں حیرت سے پوچھا۔ دفع کر۔ کیا کرے گا جان کر۔ لیکن انگوٹھے بڑی چیز ہیں۔ خاص
طور پر ان کے جنہیں پتہ ہی نہیں ہوتا کدھر لگا رہے ہیں انگوٹھے۔"۔(۷)

ذکی کمپیوٹر کا اکسپرٹ ہے۔ وہ اپنے والد کی اجازت سے تمام ریکارڈ کو سالاروں کے علم میں لائے بغیر کمپیوٹر میں محفوظ کر لیتا ہے۔ منشی عطا اللہ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے کا نام ثناء اللہ ہے جب کہ چھوٹے کا نام ذکا اللہ ہے۔ ان کی خواہش تھی کہ بڑا بیٹا پائلٹ بنے اور چھوٹا ڈاکٹر لیکن قسمت نے دونوں کو کسی اور سمت پر ڈالا دیا۔ اس ناول کا ایک اور اہم کردار فیضان جو حیات محمد سالار کا بیٹا ہے۔ ذکی اس کا ملازم نما دوست ہے۔ ذکی اور فیضان میٹرک کے بعد لاہور چلے جاتے ہیں اور وہاں فیضان ذکی کو اپنے گھر میں ٹھہراتا ہے۔ یہیں سے ذکی کی منشی گیری کا آغاز ہوتا ہے۔ ناول کے دونوں کرداروں کے سہارے مصنف نے واقعات کو آگے بڑھایا ہے۔

فیضان سالار ایک لیکچرار ہے جو اپنے مقالے "اکیسویں صدی توقعات اور خدشات" کے حوالے سے ذکی سے مدد چاہتا ہے۔ ذکی متعلقہ مواد ڈھونڈ کر ہارڈ فارم یعنی پرنٹ کی صورت میں ڈھیر لگا دیتا ہے۔ یوں ذکی، فیضان کی ہر کام میں مدد کرتا ہے اور اس کے تمام معاملات کو سنبھالتا ہے۔ باپ کے نا چاہتے ہوئے ذکی سالاروں کی منشی گیری کرتا ہے۔ اب یہ منشی گیری سائبر سپیس کی تکنیک سے کی جا رہی تھی۔ اس لیے ذکی اپنے لیے سائبر سپیس کا منشی لفظ اصطلاح کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

اس ناول میں ایک کردار زلیخا خلجی فرانسیسی خاتون کا ہے، جس کی ماں فرانسیسی جبکہ باپ شہریار خلجی پاکستانی ہے۔ زلیخا (زلے) فرانس میں رہتی ہے۔ ذکی کی اس سے ملاقات سالاروں کی ایک پارٹی میں ہوتی ہے اور پھر دونوں انٹرنیٹ کے ذریعے رابطے میں رہتے ہیں۔ وہ ایک ملٹی نیشنل کمپنی قائم کرنا چاہتی ہے۔ ناول میں زلیخا، فیضان اور ذکی ایک تکون کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ زلیخا کا کردار بھی اردو فکشن کے روایتی کرداروں سے مختلف نظر آتا ہے۔

ثناء اللہ اس کہانی کا ایک اور اہم کردار جس کے کہانی میں کئی روپ سامنے آتے ہیں۔ کہانی کا یہ کردار ہمیں کمپیوٹر کی دنیا سے نکال کر حقیقت کی طرف لاتا ہے۔ وہ گاؤں کی لڑکی سگو سے محبت کرتا ہے۔ گاؤں والے سگو اور اس کے گھر والوں کو پنچ ذات کی وجہ سے نکال دیتے ہیں۔ اس کے رد عمل کے طور پر ثناء اللہ اسگو کو ڈھونڈنے چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ ناول میں مختلف واقعات میں ہمارے سامنے جلوہ گر ہوتا رہتا ہے۔ وہ اپنے کالے کرتوت کی وجہ سے گرفتار ہوتا ہے لیکن ضمانت پر رہا ہونے کے بعد ثناء اللہ پیری مریدی کا دھندا شروع کرتا ہے۔ پیر بن کر لوگوں کا

روحانی اور نفسانی علاج کرنا شروع کرتا ہے۔ خوب پیسہ کما کر آخر سگو سے شادی کر لیتا ہے۔ اپنے نام کے ساتھ جعلی پیر لکھنے کے باوجود لوگوں کا اعتقاد اس پر قائم رہتا ہے۔ جب ذکی اپنے بھائی سے ملنے جاتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے۔

"ایک پر جلال تخت پوش پر جمال کے ساتھ بیٹھے تھے کہ جب میں خدام باادب کو پرے دھکیلتا اندر داخل ہو گا چند خواتین قدم بوسی میں مشغول تھیں۔ قدم "بوسوانے" کے بعد دعا دینے کے چکر میں تھے کہ یک دم مجھے سامنے کھڑا دیکھا۔۔۔۔ تخلیے کا اشارہ کیا۔"(۸)

جعلی پیر کے بارے میں ثنا اللہ کا نقطہ ء نظر دیکھیں۔

" موٹے حروف میں لکھا تھا۔ روحانی ڈیرہ۔ جعلی پیر ثناء اللہ ثنائی ـــــ اور اس کے نیچے اور بھی موٹے حروف میں لکھا تھا۔ ' سب سے حقیقی ذات صرف اللہ کی ہے۔ باقی سب کچھ جعلی ہے'۔۔۔۔۔ ارے بابا، میں تو مانتا ہوں مین جعلی پیر ہوں۔ دھوکہ ہوں فراڈ ہوں ۔۔ میں جعلی نہیں ہوں کیا؟ نقلی نہیں ہوں تو اور کیا ہوں۔۔۔"(۹)

بعد ازاں پولیس جعلی اڈے کو بند کر دیتی ہے۔ اس کے بعد رشوت دے کر وہاں سے کراچی فرار ہو کر ثقافتی گروپ کا مینجر بن جاتا ہے۔ وہ دوبئی کے ہوٹلوں کے اسٹیج شوز اور مجروں کے لیے آرٹسٹ بھرتی کرتا ہے جس میں زیادہ تعداد خواتین کی ہوتی ہے۔ گھر والوں کو تسلی دینے کے لیے ایکسپورٹ امپورٹ کے کاروبار کا نام بتاتا ہے۔ اصل میں ہم جمع تفریق ضرب تقسیم کی مزدوری کرنے والے لوگ ہیں۔"(۱۰)

مرزا اطہر بیگ کے کردار زمان و مکان کی روایتی جکڑ بندی سے آزاد دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اپنی مرضی اور منشا سے زندگی گزرانے کے عادی ہیں۔ انہوں نے جہاں جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ پوسٹ ماڈرن ماحول کا ذکر کیا ہے۔ وہاں سرمایہ درانہ اور جاگیر دارانہ نظام پر بھی کھل کر اظہار کیا۔ امجد طفیل کے نزدیک:

ناول میں سالار کے نام کی استعاراتی معنویت کو برتنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ یہ بالا دست طبقوں اور اشرافیہ کے لیے استعمال ہونے والا کوڈ ورڈ ہے۔ ہر سالار اپنی فطرت میں بد طنیت اور استحصالی ہے، جو لوگوں کو اوزار کی طرح استعمال کرتا ہے اور پھر پھینک دیتا ہے۔ جبر کا نظام سب کو ایک چکی میں پیس رہا ہے۔"(۱۱)

سالاروں کا شوق اور مشغلہ صرف شکار تھا، کبھی یہ انسانی، حیوانی اور ملکیتی شکار۔ ان کی سرگرمیوں میں شکار کی تخصیص نہیں ۔ میلوں تک زرعی اراضی سالار برادری کی ملکیت تھی ۔ ناول میں سالاروں کے چند واقعات جاگیر دارانہ ذہن کی عکاسی کرتے ہیں۔ ''متابو سالار'' کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے۔

کاں (کوئے) پکڑواتا تھا۔ کاں بڑا سیانا ہوتا ہے پتہ نہیں کیسے ہزار حیلے کر کے جال لگا کے کیسے پکڑواتا تھا اور پھر سو سو کے نوٹ کے تعویز بنوا کر ان کی ٹانگوں کے ساتھ باندھ کر اڑا دیتا تھا۔ اب خلق کبھی سو کے تعویز والا کاں دیکھتی تھی تو پاگل ہو جاتی تھی۔ سو روپے بہت بڑی رقم ہوتی تھی اس زمانے میں ۔ پر کاں کب قابو آتا تھا۔ متاؤ بڑے بڑے شریفوں کو کوؤں کے پیچھے بھاگتا ذلیل ہوتا دیکھتا تھا اور ہنستا تھا۔"(۱۲)

اسی طرح شیر اسالار کا دماغ جو پھرا تو اس نے علاقے میں اعلان کر دیا کہ آج کے بعد کوئی یہ نام نہیں رکھ سکتا۔ جس کسی کا ہے وہ بدل لے، نہیں تو اس کے ساتھ برا ہو گا۔ لوجی آئے دن کوئی نہ کوئی شیر امار کھاتا رہتا۔ ماکھے سالار نے تو مصلیوں کو ننگا کرا کے اوپر چونا پھرا دیا۔ اسی طرح برکت سالار کو ڈکیتیوں کا شوق تھا اور پھر ایک دن اپنے ہی بیٹے کے ہاتھوں مارا گیا۔ ہاشم سالار کا یہ کہنا جو مجھے سولاں تک پہاڑے یاد کرا دے گا ہزار روپے انعام دے گا اور نہ کرانے کی صورت ہزار لتر کھائے گا۔ یوں کئی ماسٹروں کی مٹی پلید ہوئی۔ اسی طرح کمی کمین کی عورت بیاہ کی پہلی رات سالار کے ساتھ سوئے گی غرض ظلم کی کئی دیگر صورتحال جو ناگفتہ ہیں۔

مرزا اطہر بیگ نے اپنے ناول میں اسلوب و زبان کی تکنیکی صلاحیتوں کو خوبصورتی کے ساتھ برتا ہے۔ ناول میں جیسی صورتِ حال پیدا ہوتی گئی مصنف نے اس صورتِ حال کو اصطلاحوں سے تعبیر کر دیا۔ عارف وقار کے نزدیک:

"کہانی میں روایتی انداز کی کوئی تعارفی ابتداء، کوئی نقطۂ عروج یا کوئی تسلی بخش انجام موجود نہیں کیونکہ مابعدِ جدید فکشن اِن تکلفات سے ماورا ہوتی ہے اور کہانی میں شروع سے آخر تک مسلسل سانس لیتا ہوا لمحہء موجود ہی بیانیے کی اصل بنیاد ہے۔ اگر آپ کہانی میں ماضی یا مستقبل کی کوئی جھلک دیکھتے بھی ہیں تو حال کے اسی دھڑکتے پھڑکتے لمحے کی بدولت اور اسی کے توسط سے دیکھتے ہیں۔"(۱۳)

ناول میں اطہر بیگ نے ان جدید مسائل کو موضوع بناتا ہے جس سے آج کا انسان نبرد آزما ہے۔ موجودہ دور میں انسان اپنی خواہشات کی وجہ سے ذہنی پریشانیوں کا شکار ہے۔ وہ مادی ترقی میں تو پیش نظر آتا ہے مگر اخلاقی گراوٹ کا شکار بھی دکھائی دیتا ہے۔ شاید یہ جدید ٹیکنالوجی کے دور کا ہی عطیہ ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"ایک خبیث سائنس داں کمپیوٹر وائرس کے تصور کو ہی بنیاد بنا کر ایک ذہنی (انسانی) وائرس بنانے کے امکان پر غور کر سکتا ہے۔ یہ وائرس بھی ایک سافٹ ویئر ہے یعنی عام زبان میں لکھی یا کہی چند باتوں پر مشتمل ہے اور پڑھنے والے کے ساتھ ہی سننے والے کے

ذہن کی فائلیں آہستہ آہستہ کرپٹ ہونے لگتی ہیں۔ گیم یہ ہے کہ اس وائرس سے کیسے بچا جائے اور پھر اس سائنسدان کو اسی کے وائرس کا شکار بنا دیا جائے۔"۔ (۱۴)

مرزا اطہر بیگ نے ناول "صفر سے ایک تک" میں فلسفیانہ باتوں کو بھی بیان کیا ہے اس کی چند مثالیں:

بندہ ایک حد سے زیادہ امیر جھوٹ دھوکے اور فراڈ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔۔۔ ادھر مرے بغیر کرسی کوئی نہیں چھوڑتا۔۔۔ بعض مخصوص پیشوں اور ذاتوں کے بارے میں یہ فیصلہ کہ یہ کسی کے نہیں ہوتے۔۔۔ اندر سے سب ایک ہیں یہ حزب اقتدار حزب اختلاف باہر کا ٹوپی ڈرامہ ہے۔۔۔ جوتیوں میں بیٹھنے والے جوتیاں پہننے والوں کے بارے میں کچھ ایسی گہری باتیں جانتے ہیں جو کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔ (۱۵)

اگرچہ اردو فکشن میں جدید ٹیکنالوجی کے حوالے سے شموئل احمد کا افسانہ "عنکبوت" اور مشرف عالم ذوقی کا ناول "پوکے مان کی دنیا" قابل ذکر ہیں۔ مرزا اطہر بیگ نے سماجی صورتِ حال کو پوسٹ ماڈرن فکشن کے روپ یعنی سائبر اسپیس کے المیے کو کمپیوٹر کی کہانی کے ذریعے سے پیش کیا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اردو ادب میں سائنسی ترقی کے اثرات جاری و ساری ہیں ۔ڈاکٹر امتیاز احمد خان لکھتے ہیں :

" مرزا اطہر بیگ کا ایک کمال یہ ہے کہ وہ حقیقی دنیا سے واقعات لے کر انہیں کہانی پن کے جوہر سے جوڑ کر پیش کرتے ہیں لہذا ان کے یہاں ماجرا چیستاں نہیں بنتا۔ یہ ہی اسلوبیاتی و تکنیکی خصوصیت تھی۔"(۱۶)

ناول کے شاخسانے قدیم و جدید کے تضاد سے پھوٹتے ہوئے بہار و خزاں کی داستان سناتے ہیں۔ یہ کبّا گروپ نام نہاد دانشوروں کے لیے اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ معاشرے کی رہنمائی کی ذمہ داری کے بوجھ سے ان کے کندھے جھکے ہوئے ہیں۔ فیضان سالار اس طرح کی سماجی برائیوں اور خرابیوں کو انٹرنیٹ میں اپ لوڈ کرتا ہے۔ وہ وعدہ معاف گواہ بن کر حقیقی راز کھول کر مجرم پکڑوانا چاہتا ہے۔ جب وہ اپنے مقالے میں "سماجی دنیا میں وعدہ معاف گواہ" پر بات کرنے لگتا ہے تو تین لوگ اسے اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ یوں اسے اس کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ اس ناول میں ہمارے سماجی معاشرے کی عکاسی ملتی ہے۔ اس طرح کی کئی کہانیاں موجود ہیں جو ہمارے مختلف طبقات میں نظر آتیں ہیں۔

"وعدہ معاف دانشوری جیسے کوئی فکری تحریک کی شکل اختیار کر رہی ہے۔ اس سے ہر گز یہ نہ سمجھا جائے کہ ہر جانب سے فیضان سالار کی حمایت جاری تھی۔ حمایت سے کہیں بڑھ کر مخالفت شدید تھی اور مخالفین ان تحریروں کو الگ الگ قسم کی دشمنی قرار دے

رہے تھے۔ مثلاً کُبّا گروپ اسے الف دشمنی کہتا تھا تو فیضان کی یونیورسٹی کا ایک لٹھ بردار طلباء گروپ اسے ب۔ج قسم کی دشمنیاں کہہ کر ان کی بھرپور مذمت کرتا تھا۔"(۱۷)

یہ ناول ملکی تاریخ کا سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالات کا عکاس ہے کہ کس طرح جاگیر دار اور سرمایہ دار کمزوروں پر اپنا تسلط قائم کرتے ہیں اور اپنے مخالفین کو بزور طاقت ختم کروانے کوشش کرتے ہیں۔ "مرزا طہر بیگ نے صفر سے ایک تک میں سائبر اسپیس اور اس سے متعلقہ لوازمات کی مدد سے ہماری زندگی میں در آنے والی تبدیلی کو بیان کیا ہے اور اس تبدیلی کے بیان کے لیے ایک نئی طرح کی زبان وضع کرنے کی بھی سعی کی ہے ۔"(۱۸)

ناول کے آخر میں سالار ذکی سے کمپیوٹر اور سی ڈیز میں موجود ڈیٹا حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے کالے کرتوتوں کا کسی کو علم نہ ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ چار ڈاکو منشی کے گھر کی توڑ پھوڑ کرتے ہیں اور کمپیوٹر والے کمرے کو آگ لگا دیتے ہیں۔ ذکی اور اس کے والدین کو بھی اس کی سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ ذکی کے والدین گاؤں کو چھوڑ کر بھالیکے میں آجاتے ہیں۔ وہاں ایک ایسا مکان بناتے ہیں جس ایک حصے میں کمپیوٹر سینٹر کھولا دیا جاتا ہے۔ ذکی سالاروں کی تاریخ میں الجھا ہوا اور اپنے کام دھندے میں لگ جاتا ہے۔ اب اور اسے کسی نئی پیش رفت کی تلاش ہے۔ سہیل احمد خان لکھتے ہیں۔

"مرزا اطہر بیگ کے ناول اردو کی ناول کی روایت میں اگلے مرحلے کا اشاریہ ہیں۔ یہ ہمیں آنے والے موسموں کی خبر دیتے ہیں۔ آپ کی ناول نگاری اردو میں ناول کی روایت کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت کر چکی ہے، اور کچھ بعید نہیں ہے کہ مستقبل کے نقاد کو اردو ادب کی ناول کی تاریخ کو مرزا اطہر بیگ سے پہلے اور ان سے بعد' جیسے مدارج میں تقسیم کرنا پڑے۔"(۱۹)

اس ناول میں کئی اور کردار اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔ اگو گجر، ہسو میراثی، کھوکر صاحب، عرفان، ڈاکٹر عبد المتین، چودھری اللہ یار وغیرہ جیسے بیانیہ کردار ہیں۔ یہ کردار حقیقی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ناول میں یہ کردار جیتے جاگتے اور چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مرزا اطہر بیگ کا کینوس اور مشاہدہ وسیع ہے۔ ان کا یہ ناول جدید اردو ناول نگاری کی روایت میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آنے والے دور میں اردو ناول کا مستقبل روشن ہے۔

حوالہ جات

۱۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ادب اور ادب کی افادیت، اختر کتاب گھر کراچی، جولائی ۱۹۹۶ء ص ۹

۲۔ آئی۔ اے۔ رچرڈسن، " سائنس اور شاعری (۱۹۲۶)" ، ارسطو نے ایلیٹ تک، طبع ہفتم اشاعت ۲۰۰۳، نیشنل بک فاؤنڈیشن کراچی، ص ۴۳۶

۳۔ https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2010/11/101106_zero_to_one_rwa

وقت 06:40 pm، تاریخ 6 جون 2020ء

۴۔ مرزا اطہر بیگ، صفر سے ایک تک، سانجھ پبلیکیشنز ، لاہور، اشاعت سوّم ۲۰۱۷ء، ص ۱۰

۵۔ ایضاً، ص ۴۹، ۵۰

۶۔ مرزا اطہر بیگ سے انٹرویو از اقبال خورشید، (مرزا اطہر بیگ کی صورت حال) مشمولہ روزنامہ ایکسپریس اردو ۲ نومبر بروز اتوار، ۲۰۱۴ء

۷۔ مرزا اطہر بیگ، صفر سے ایک تک، ص ۵۳، ۵۲

۸۔ ایضاً، ص ۱۷۹

۹۔ ایضاً، ص ۱۸۲

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۹۶

۱۱۔ امجد طفیل، پاکستانی اردو ناول اکیسویں صدی کی ابتدائی دہائی میں، مشمولہ اردو ناول کی پیش رفعت، از ڈاکٹر منصور خوشتر، بک ٹاک، میاں چیمبر ز، ۳ ٹمپل روڈ، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۱۵۳

۱۲۔ مرزا اطہر بیگ، صفر سے ایک تک، ص ۳۴۶

۱۳۔ https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2010/11/101106_zero_to_one_rwa

وقت 06:40 pm، تاریخ 6 جون 2020ء

۱۴۔ مرزا اطہر بیگ، صفر سے ایک تک، ص، ۲۶۱، ۲۶۲

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۷۹

۱۶۔ امتیاز احمد خان، ڈاکٹر، مضمون: صفر سے ایک تک۔۔۔ ایک اہم مابعد جدید ناول، مشمولہ سہ ماہی ادبی رسالہ ،

"اجرا"، کراچی، ۳جولائی، ۲۰۱۳ء

۱۷۔ مرزا اطہر بیگ، صفر سے ایک تک، ص ۱۷۹

۱۸۔ امجد طفیل، پاکستانی اردو ناول اکیسویں صدی کی ابتدائی دہائی میں، ص ۱۵۳

۱۹۔ سہیل احمد خان، : غلام باغ (فلیپ)، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۳

References in Roman Script:

1. Farman Fateh Puri, Dr, Adab or Adab ki ifadiat, Akhtar Kitab Ghar, Karachi, July 1996, Page6.
2. I-A Richardson, Science or Shairi (1926), Arastu ny elete tak taba haftam ashat 2003, National Book foundation, Karachi, Page 436.
3. https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2010/11/101106_zero_to_one_rwa , Time 6:40 pm, 6th June 2020.
4. Mirza Ather Baig, Sifar sy ek tak, Sanjh Publications, Lahore, Ashat som, 2017, Page 10
5. Ibid, Page 49, 50
6. Mirza Athar Baig sy interview az Iqbal Khurshid, (Mirza Ather baig ki surat e hal) mashmoola roznama Express Urdu, 2nd November baroz Etwar, 2014.
7. Mirza Athar Baig, Sifar sy ek tak, Page 52, 53
8. Ibid, Page 179
9. Ibid, Page 182
10. Ibid, Page 296
11. Amjad Tufail, Pakistani Urdu Novel Ekesvi Sadi ki ibtadai dehai main , mahmoola urdu novel ki pesh Riffat, az Dr Mansoor Khoshtar, Book Tak, Mian Chambers, 3 Temple Road, Lahore, 2019, Page 153.
12. Mirza Athar Baig, Sifar sy ek tak, Page 346
13. https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2010/11/101106_zero_to_one_rwa time 06:40pm, date 06th june 2020.
14. Mirza Athar Baig, Sifar sy ek tak, Page 261, 262
15. Ibid, Page 179

16. Imtiaz Ahmed Khan, Dr, Mazmoon: Sifar sy ek tak… eke ham ma bad jaded novel, mashmoola she mahi adbi risala, “Ijra”, Karachi, 3 July, 2013
17. Mirza Athar Baig, Sifar sy ek tak, Page 179
18. Amjad Tufail, Pakistani Urdu Novel Ekesvi Sadi ki abtdai dehai main, Page 153
19. Sohail Ahmed Khan, Ghulam Bagh (Flep) Lahore, Sanjh Publications, Lahore, 2013